اسلام اور مغرب میں مذہب کا تجزیاتی مطالعہ

غلام حسین*

ابرار محی الدین مرزا**

Islam and West and their relationship is considered from the very begining of Islam. First of all we should to know the term of Islam and West. Islam is a religion and its mean is peace and prosperity. According to Islam religion is necessary for human being. While West world denotes the boundries and limited area. Althought majority belongs to Christianity and Judaism. When we study Islamic history, Islam is a complete code of life which gives guidance for social, individual, economical, political and religious life. While West believes that social, political and religious life is a different thing. West belives that all societies should bann religion in their private political social and economic matter and only followed their rule and terms. The Islamic world which to live at peace with the West as well as the cast. But at the same time not to be dominated by them. It seeks to create better understanding by the West. In this way, the society can show peace and prosperity.

ریاستی دہشت گردی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قائم کردہ موجودہ عالمی سیاسی منظر نامہ نے آج کے ہر فرد کو پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ مشرق و مغرب کے اہل علم کے نزدیک اس صورت حال کی اصل وجہ آج انسانی زندگی میں مذہب کی کم اثر پزیری ہے۔ انسانی زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی نظام معاش ہو یا نظام سیاست، سماجیت ہو یا صحافت سب مذہب سے آزادی حاصل کر رہے ہیں۔ مذہب سے فرار کا مطلب اس نظام اخلاق سے جان چھڑانا ہوتا ہے جو انسانی سوسائٹی کی بنیادی پہچان ہوتی ہے یعنی تمدن میں نظام اخلاق کی اس بے اثری نے انسانیت کا گلا گھونٹ دیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ مذہب کے درمیان باہمی تناؤ نے سیاسی ماحول کو اس قدر خوفناک بنا دیا ہے جس نے انسان کے تحفظ کے لیے گھمبیر مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ معاشروں کے اس بگاڑ میں اب مذہب کے مطالعے اور ان کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے اور اس مقصد کی خاطر Interfaith Dialogue کے نام سے مختلف اوقات میں مختلف کونشن ہو رہے ہیں مثلاً بین الاقوامی کانفرنس 6-7-8 جون 2008 مکہ میں، میڈ ورڈ کانفرنس 16-17-18 جولائی 2009، سپین

* پی ایچ ڈی سکالر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

http://www.alqalamjournalpu.com/

میں، شاہ عبداللہ کے ایما پر اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر میں 12-13 نومبر 2009 کانفرنس اور 7-8-9 مارچ 2010، سپین میں کانفرنس ہوئی جس میں پاکستان کی مشہور علمی شخصیت جناب ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی نے بڑی جاندار نمائندگی کی۔

اہل علم کی یہ کوششیں ظاہر کرتی ہیں کہ موجودہ معاشی استحصال اور دہشت کی بڑھتی ہوئی فضا کو ختم کرنے کے لئے مذہب سے مدد حاصل کرنے کا تصور بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ مذہب سے مدد حاصل کرنے کے اس رجحان کی دو وجوہات کی بنا پر ضرورت ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب عیسائیت جو اس وقت اکیس ہزار خود مختار چرچوں میں بٹا ہوا ہے اور یہ چرچ ۱۵۶ گروپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ بیان Mary Fisher کا ہے جو اپنی کتاب Living Religions میں لکھتی ہیں:

"There are nearly 21000 independent church denominations followingunder 156 main groups"(1).

اس ہولناک تقسیم نے اہل کلیسا کو مجبور کیا کہ اس مذہبی توڑ پھوڑ کو ختم کیا جائے تاکہ مذہب (عیسائیت) کے کردار کو مثبت تر بنایا جائے اس کی خاطر عیسائی مذہب کے اندرونی فرقوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے لیے"Ecuminism" کے نام سے یورپ میں ایک تحریک شروع کی گئی۔ جس کی تعریف

Encyclopedia of Religion'' کا مقالہ نگار یوں بیان کرتا ہے:

"A movement among the christian churchs in the 20th century for greater cooperation and unity among themselves(2)".

دوسری وجہ یہ کہ انسانی زندگی کی بقا کے لیے صرف مادی ارتقاء ہی نہیں بلکہ مذہب ضرورت ہوتا ہے جو زندگی کو بنیاد اور اس کے بقاء کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ مشہور سائنسدان آئن سٹائن نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "Out of my later Days" ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے:

''سائنس صرف یہ بتا سکتی ہے کہ کیا ہے؟ وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ کیا ہونا چاہیے۔ اس لیے اقدار کی قیمت متعین کرنا اس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ اس کے برعکس مذہب کا کام ہے کہ وہ انسانی فکر و عمل کی قیمت مقرر کرے''(۳)۔

آئن سٹائن کی یہ بات سو فیصد درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب اور زندگی لازم و ملزوم ہیں ۔ جس

کا مطلب ہے کہ انسان بنیادی طور پر ایک مذہبی مخلوق ہے ماضی میں بھی یہ مذہبی تھا آج بھی مذہبی ہے اور آئندہ بھی مذہبی ہوگا۔ G.T Bettany (1850-1891) نے اپنی مشہور ضخیم کتاب "Incyclopedia of Religion" کی ابتداء اسی نقطہ نظر سے کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

"That man in his present condition is essentially a God fearing and God worshiping creature is certain in spite of many contradictory that he appearances that has been largely the same in the past is assured that he will be so in the future is most highly probable"(4).

بٹینی کی اس بات کی تائید انسانیت کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے اس لیے کہ تاریخ انسانی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس جس دور میں اور جہاں جہاں انسان دکھائی دیتا ہے وہاں وہاں مذہب بھی موجود رہا ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانی میں مذہب پرستی (Animism)، تشبیہ (Anthropomorphism)، اندھا پن (Fetishism)، بھوت پرستی (Demonology)، روحوں کے ذریعے علاج (shamanism)، دیوی دیوتاؤں کی پوجا (Theisism) اور شرک (Polytheism)، یہ سب انسانی تاریخ میں مختلف مذاہب کے نام ہیں۔

انسانوں کی تاریخ میں جہاں بھی معاشرہ پُرامن اور خوشحال دکھائی دیتا ہے اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ معاشرہ مذہبی بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا۔ یہودی تاریخ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور، عیسائی دنیا میں چوتھی صدی عیسوی کے بعد روما کا دور اپنے زوال سے قبل تک اور مسلمانوں میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خلافت کے خاتمے 1924ء تک کا دور اس بارے میں معتبر تاریخی شہادتیں ہیں۔ انسانی زندگی کے لیے مذہب کی ضرورت واہمیت کی طرف یہ موجودہ جھکاؤ انسان کی ایک فطری ضرورت ہے جس کی اہمیت کو مجرد مادی ارتقاء کے رجحانات نے کم کیا ہے۔ یہ یقیناً فطرت انسانی سے بغاوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی طرف انسان کی یہ واپسی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ جیسا کہ Smart (2012ء) کہتا ہے:

"For we are only incomplete able prepared if we only know about rocks and earthquakers and oceans, rivers etc. We also need to know about religions(5)".

اس مجرد مادی ارتقاء نے یورپ میں کچھ مسائل پیدا کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے مغرب کا اہل فکر و نظر طبقہ بڑا پریشان ہے۔ یہ مسائل دو ہیں:

۱۔ جدیدیت Modernism

۲۔　سماجی تکثیریت　Social Pluralism

جدیدیت سے مراد ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جو اپنے ماضی سے قطعاً مختلف، مادی ایجادات، سیاسی شعور اور تعلیمی رجحانات پر مبنی ہوتا ہے جیسا کہ modernism کی تعریف میں ہنٹنگٹن نے کہا ہے:

"Modernization involves industrialization urbanization, increasing land of litracy education, wealth and social moblization.(6)"

اس جدیدیت نے معاشرے میں کیا کیا گل کھلائے اس کا رونا Lackyt نے اپنی تصنیف "History of Eurpeon Moral" میں، سپنگلر نے "The End of the West"، سابق صدر جمی کارٹر نے اپنی کتاب "Our Endengoured Values" میں اور خود ہنٹنگٹن نے اپنی تصنیف "The Clash of Civilization" میں جی بھر کے رویا ہے۔ جس کے مطابق مغرب کے مجرد مادی ارتقاء نے وہ اخلاقی زوال پیدا کیا ہے جس کے نتیجے میں وہاں کا خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ناجائز بچوں کی شرح پیدائش بڑھی ہے۔ سرمایہ داروں کی لوٹ مار کی آزادی نے معاشی مسائل جنم دیئے ہیں۔ مذہبی ادارے چرچ وغیرہ فحاشی کے اڈوں میں تبدیل ہو گئے ہیں اور سیاسی و بین الاقوامی معاہدوں میں بھی اصولوں کی پاسداری کا خیال نہیں۔ اس سلسلے میں کارٹر کی کتاب خصوصی طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اس صورتحال نے نہ صرف عیسائیت کے کھوکھلے پن کو ظاہر کیا ہے بلکہ معاشرے کو نوجوان خون کی عدم فراہمی تک کے گھمبیر اور خوفناک مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اس صورتحال کا تدارک وہاں موجود قدیم مذہب عیسائیت کے بس کا روگ نہیں ہے۔

یورپ کا دوسرا مسئلہ سماجی تکثیریت ہے۔ سماجی تکثیریت سے مراد یہ ہے کہ یورپ کے ہر بڑے شہر میں متعدد مذاہب کے ماننے والوں کی اکثریت ہو گئی ہے۔ جیسا کہ واٹ لکھتے ہیں۔

"One of the distinctive features of the nineteenth century there were very few contacts between the members of the great world religio. Even the beginnings of European colonialism did not lead to many close contactsbetween persons who felt themselves social equals"(7)

یہ صورتحال جنگِ عظیم اول، دوم سے قبل نہ تھی۔ یورپ کے مادی ارتقاء نے غریب ممالک کے لوگوں میں روزگار کی طلب میں ہجرت کا رواج بڑھا دیا۔ اس ہجرت میں ہر مہاجر جدھر اور جہاں گیا اپنے مذہب اور تہذیب وتمدن کو ساتھ لے گیا جس کی وجہ سے وہاں ایک ایک شہر میں مختلف تہذیبوں کے نمائندے نظر آتے

گے جو فکر و کردار کے لحاظ سے دوسروں سے مختلف تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہاں مذہبی رواداری کا تصور معدوم تھا جس کے نتیجے میں وہاں مذہبی تشدد نے جنم لیا جو بالآخر حکومتوں کی سیاسی پالیسیوں میں بھی جھلکنے لگا۔ 9/11/2001 کا واقعہ نیویارک امریکی ایوانوں کے سیاسی رجحانات کی نشاندہی کرتا ہے۔ امریکہ اور یورپ کا یہ طرز عمل سب سے خوفناک ہے۔ چنانچہ امریکہ کے شائع ہونے والے مشہور رسالے ٹائم نے لکھا:

"All the intelligence services of America and Europe now know that the disastrous attack has been planned and realized from the CIA America and Mosad with the aid of Zionist world in order to put order accussation the arabic countries and in order to induce the western power to take part in Iraq and Afghanistan.(8)"

علاوہ ازیں سرمایا دارانہ نظام کے نتیجے میں یورپ میں جنم لینے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی معاشی دہشت گردی، ریاستوں کی سیاسی دہشت گردی خاندانی نظام کی تباہی، مذہبی عدم رواداری اور مذہبی تشدد کی اس فضا نے اہل علم کو مجبور کیا کہ وہ معاشرتی سدھار کے لیے مذہب کی طرف رجوع کریں۔ اس صورتحال میں مذہب اور مذہبیات سے متعلق جن مسائل کی طرف غور و فکر کی دعوت دی ان میں بنیادی مباحث درج ذیل ہیں:

i۔ مذہب کیا ہے؟

ii۔ مذہب کا انسانی زندگی میں کیا کردار ہے؟

iii۔ مذہب کے افادیاتی پہلوؤں کے زور پر کس طرح معاشرتی زوال سے بچا جا سکتا ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو مذہب کی موجودگی اور اس کی ضرورت کے ساتھ خود بخود جنم لیتے ہیں۔ آیئے ان پر مغربی نقطۂ نظر پر بحث سے پہلے مذہب کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کا جائزہ لیتے ہیں۔

مذہب کیا ہے (اسلامی نقطۂ نظر سے)

مذہب عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ "ذھب" ہے اور ثلاثی مجرد کے باب فتح یفتح سے ہے۔ ذھب (ف) ذھاباً و ذھوباً ، مذھباً، جانا، گزرنا، مرنا، المذھب، مصدر کالذھاب، ذھب بہ و اذھبہ غیرہ ازالہ (۹)

مذہب اسم ظرف ہے جس کے معنی پہنچنے کی جگہ، طریقہ اور نقطۂ نظر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں آئمہ فقہ کی آراء کیلئے مذہب کا لفظ "حذا المذھب ابی حنیفہ، حذا المذھب الشافعی" وغیرہ کے جملوں کی شکل میں استعمال ہوا۔ کوئی بھی فقہ کی بنیادی کتاب اس سلسلے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب کا لفظ

کسی قانون کی جزئیات کے بیان کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جبکہ دین کا لفظ درج ذیل متعدد معنی کے لیے مستعمل ہے:

i۔ دین کا ایک لغوی معنی جزا اور انصاف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ مالک یوم الدین: جزا کے دن کا مالک۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ (الذریٰت:۵۱/۱۲)

''یہ (کفار) پوچھتے کہ انصاف کا دن کب آئے گا''۔

ii۔ قرآن مجید میں دین کا لفظ قانون کیلئے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ (یوسف ۱۲/۷۶)

''وہ اس بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو ہرگز نہیں لے سکتا تھا مگر جو چاہے اللہ''۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (بینۃ ۹۸/۵)

''حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالی کی دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے''۔

iii۔ دین کا لفظ نظام حیات کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران ۳/۱۹)

''اللہ کے نزدیک نظام حیات اسلام ہی ہے''۔

امام راغب اصفہانی (م ۱۱۰۸ھ) لفظ دین کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''الدین یقال للطاعة والجزء واستعیر للشریعة والدین کالملة''(۱۰)

(دین اطاعت اور جزا کو کہا جاتا ہے اور شریعت کے لیے لفظ دین استعارہ کے طور پر لیا گیا ہے)

گویا لغوی معنی کے لحاظ سے مذہب کا مفہوم ہے بدلہ، جزا، قانون اور نظام حیات ہے۔

مذہب کا اصطلاحی مفہوم (اسلامی نقطہ نظر سے)

اصطلاحات معاشرتی ضرورتوں کی بنا پر جنم لیتی ہیں۔ مسلم تاریخ کے ابتدائی ادوار میں مسلمانوں کے ہاں

مذہب کی کوئی باقاعدہ اصطلاحی تعریف ہمیں نہیں ملتی۔ مذہب مباحث کے موجودہ دور نے اس ضرورت کو پورا کیا اور دین کی اصطلاحی تعریف مولانا مودودیؒ نے یوں پیش کی۔ یہ لفظ اصطلاحی طور پر مذکورہ چار بنیادی تصورات کی ترجمانی کرتا ہے:

i۔ غلبہ وتسلط، کسی ذی اقتدار کی طرف سے۔

ii۔ اطاعت، تعبد اور بندگی صاحب اقتدار کے آگے جھک جانے والے کی طرف سے۔

iii۔ قاعدہ، ضابطہ اور طریقہ جس کی پابندی کی جائے۔

iv۔ محاسبہ اور فیصلہ اور جزا اور سزا (۱۱)۔

(ii) علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کے ہاں مذہب کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Religion is not a departmntal affair.It is neither mere thought not merefeeling,nor mere action.It is an expression of the whole man"(12).

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (۱۸۹۶-۱۹۵۹ء) اپنی مشہور کتاب "Islamic Idealogy" میں مذہب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Religion according to Islam is nothing more than this that a man should actively and effectively believe in God as a creator of a rational and moral order in the universe and in human life and as the origional promulgator of laws which are the laws of the preservation of the values and maintenance and enrichment of well being.It is his duty to discover this God with himself and with in the universe in general."(13)

مغرب کے برعکس (جن کی تفصیل آگے ہم دیں گے) اسلام میں چونکہ مذہب کا تصور الہامی ہے لہذا دین اسلام کا ایک قابل فخر پہلو یہ ہے کہ دین اسلام میں تمام اصطلاحات قرآن مجید اور سنت سے ماخوذ ہیں مثلاً ہم مسلمان ہیں یہ اصطلاح قرآن سے لی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ (آل عمران: ۳/۱۰۲)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو مگر مسلمان''۔

ہمارے دین کا نام اسلام ہے یہ اصطلاح بھی قرآن سے لی گئی ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ ۵/۳)

''آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارا دین پسند کیا ہے''۔

قرآن مجید میں امت محمدیہ کیلئے قوم کا نہیں بلکہ ملت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح بھی قرآن کی عطا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (آل عمران ۳/۹۵)

''اللہ نے سچ فرمایا ہے پس راست رو ہو کر ابراہیم کے دین کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا تصور دین کوئی ارتقائی چیز ہے اور نہ ہی انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے بلکہ یہ ابتدا سے ہی ہر طرح سے مکمل ایک ایسا الہامی ضابطہ حیات ہے جو زندگی کو پیدا کرنے والے نے زندگی کے استعمال اور اس کے طور طریقے سکھانے کے لیے آدم علیہ السلام کی شکل میں نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی انسانوں کی ہدایت تکوینی، تہذیبی وتشریعی کے لیے مہیا کیا ہے اور جس کی تبلیغ وتفہیم کیلئے مختلف اوقات میں مختلف انبیاء آتے رہے، جس میں آخری نبی ہمارے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس سلسلے میں اسلامی نظریہ حیات کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے اس سے وہ نظام فکر اور وہ تہذیبی اور تمدنی لائحہ عمل مراد ہوتا ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلام میں مذہب کا کردار یہ ہے کہ یہ ہمیں ٹھوس فکری بنیادیں اور ان کی بنیاد پر ایک فکر وعمل کی تعمیر کا مکمل نظام عطا کرتا ہے۔ جو مکمل انسانی زندگی کو محیط ہے اور جس کے نتیجے میں ایک مربوط اور منظم زندگی اور معاشرہ وجود میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (البقرہ ۲/۲۰۸)

(اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ)۔

اس آیت کریمہ کی تشریح پروفیسر خورشید یوں کرتے ہیں:

''حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا قانونی، اسلام کی ہدایت سے محروم نہیں رہا اکثر اوقات یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ

مذہب انسان کا شخصی اور انفرادی معاملہ ہے۔دوسرے مذاہب کے بارے میں تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے لیکن اسلام ان معنوں میں مذہب نہیں۔قرآن میں اس کیلئے دین، کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔جسکے معنی ہیں مکمل ضابطہ ہدایت اس اعتبار سے اسلام کو نماز، روزہ تک محدود کر دینا صحیح نہیں ہے'' (۱۴)۔

مذہب کا ماخذ و مرکز کیا ہونا چاہیے اس کے لیے بھی بنیادی اور معتبر ترین ذریعہ معلومات صرف ایک ہے اور وہ ہے قرآن مجید۔ یہ ذریعہ ہم اس لیے نہیں اپنا رہے کہ ہماری یعنی مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے بلکہ اس بنا پر اپنا رہے ہیں کہ یہ اپنی نوعیت کی ایسی منفرد ترین کتاب ہے جو ایک اپنا تعارف خود کراتی اور مذہب اور زندگی کے باہمی ربط کے متعلق تمام سوالات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیتی ہے مثلاً

۱۔ اس کو الہامی ہونے کا دعویٰ ہے اور کسی کتاب بشمول تورات و انجیل (موجودہ) کو الہامی ہونے کا دعویٰ نہیں ہے۔ هَـٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (آل عمران ۳/۱۳۸)

۲۔ اس کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ انسانیت کی رہبری و رہنمائی کے لیے ایک مکمل ضابطہ ہے یہ دعویٰ بھی کسی اور کتاب کو نہیں ہے۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (المائدہ ۵/۳)

۳۔ اس کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ نظام حیات سے متعلق رہبری و رہنمائی کا فرق انجام دینے کے لحاظ سے اس جیسی کوئی اور کتاب ہو ہی نہیں سکتی (سورہ بقرہ ۲/ ۲۳-۲۴)۔

چنانچہ اس قرآن کے مقابلے میں نہ کوئی دوسرا قرآن تاریخ میں کہیں نظر آتا ہے جیسا کہ بائبل کے مقابل "Apocrypha" اور نہ ہی اس کے مندرجات و اجزاء میں کوئی اختلاف ہے جیسا کہ یہود، کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور مشرقی کلیسا کی بائبل کے اجزاء میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہود کے ہاں تورات کے اجزاء چوبیس، کیتھولک کے ہاں ۴۶، پروٹسٹنٹ کے ہاں ۳۹ اور مشرقی کلیسا کے ہاں ۵۲ ہیں۔ یہی صورتحال انجیل "New Testament" کی ہے۔ جس کے ۱۲۷ اجزاء میں سے بیس متفق علیہ ہیں (ان میں بھی نزاع ہے)۔

۴۔ اس کتاب (قرآن) کے بیانات بتاتے ہیں کہ وہ بڑے ہی طاقتور کا کلام ہے وہ ایسا طاقتور ہے جس کے اقتدار و حکم سے باہر کچھ بھی نہیں ہے مثلاً:

ا۔ کہ زمین و آسمان کو ہم نے پیدا کیا ہے (الانبیاء ۲۱/۱۶، المومنون ۲۳/۱۷، ص ۳۸/۲۷) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (الحجر ۱۵/۸۵)

ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا

ہے۔

ii۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا(المومنون۲۳/۱۲-۱۴،ق۱۶/۵۰،الدھر۲/۷۶)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ(الحجر۲۶/۱۵)

ترجمہ:ہم نے انسان کو خشک مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی، پیدا فرمایا ہے۔

iii۔ انسانی دلوں میں اٹھنے والے خیالات سے ہم بے خبر ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ(ق۱۶/۵۰)

ترجمہ:ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات ابھرتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں۔

iv۔ ماں کے پیٹ میں شکلوں اور جنس کا تعین وہ کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ (آل عمران۳/۶)

ترجمہ:وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے، بناتا ہے۔

v۔ انسان کو اور اس سے پہلے ہر مخلوق کو اس نے پیدا کیا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(البقرہ۲/۲۱)

ترجمہ:اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

vi۔ اس نے پیدا کر کے بھیجا ہے اسی کے ہاں واپسی ہے۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ (النحل۱۶/۷۰)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے وہی تمہیں فوت کرے گا۔

vii۔ انسانی کردار بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (الصافات،۳۷/۹۶)

ترجمہ:اور تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

viii۔ زندگی اور موت کا خالق وہی ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (الملک،۶۷/۲)

ترجمہ: جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمھیں آزمائے کہ کون تم میں سے اچھے کام کرتا ہے۔

ix۔ انسانی زندگی کی بقا اور ارتقاء کے اسباب وہ مہیا کرتا ہے (البقرہ ۲/ ۲۲، البقرہ ۲/ ۱۷۲، ابراہیم ۱۴/ ۳۲، طہ ۲۰/ ۸۱-۱۳۲)

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ (البقرہ ۲/ ۲۲)

ترجمہ: جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی۔

x۔ ان احکام کے زیر سایہ تکمیل پانے والے معاشرے میں عزت و احترام کی بنیاد خاندان، علاقے یا نسل نہیں صرف اور صرف کردار و عمل ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات، ۴۹/ ۱۳)

xi۔ اس الہامی ضابطہ حیات میں مذہب اور سیاست کی تقسیم نہیں ہے۔ یہاں جو دین ہے۔ دین ہے ہی۔ یہاں سیاست بھی دین ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (البقرہ، ۲/ ۲۰۸)

xii۔ یہ نظام ہر فرد کو بالعموم اور خواص (مذہبی و سیاسی طبقات) کو بالخصوص حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد (بندہ پروری) کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے (البقرہ، ۲/ ۱۷۷)۔ گویا اس ضابطہ حیات میں معاشی، سیاسی اور اخلاقی استحصال کی اجازت کسی صورت کسی کو بھی نہیں۔

xiii۔ یہ الہامی ضابطہ حیات تمام مذاہب کی حقانیت اور سچائیوں کو تسلیم کرتا ہے اور سماجی تکثیریت (Social pluralism) کے نتیجے میں جنم دینے والے معاشرے میں باہم ایک دوسرے کے مذہبی رجحانات کا حکم دیتا ہے چنانچہ مسلمانوں کی پوری سیاسی تاریخ میں ایک بھی مثال ایسی نہیں جس کے مطابق مسلمانوں نے کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہو جیسا کہ آج کل مغربی دنیا آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارٹون بنا کر مسلمانوں کی دل آزاری کرتی ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو مسلمان ہونے کے لیے ایمان لانے کا جب حکم دیا جاتا ہے تو دوسروں کے مذہبی جذبات اور دوسروں کی مذہبی شخصیات،

الہامی کتب پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لیے ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں قرآن مجید کی دو آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا
نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (البقرہ،۲/۲۸۵)

۲۔ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ (آل عمران،۳/۳-۴)

قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اختلافات کے بعد اشتراکات کی بنیاد پر مل جل کر رہنے کا حکم دیتی ہے:
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (آل عمران،۳/۶۴)

ان تعلیمات قرآنی کی عملی تفسیر وہ ریاست مدینہ تھی جس کی بنیاد آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھی۔ جس کی بنیاد میثاق مدینہ تھا جو سماجی تکثیریت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کا بہترین حل ہے۔ اس اصول کی بنیاد پر خلافت کا ادارہ آخر دم تک قائم رہا۔

اس ذات اعلیٰ صفات کے ان تمام بیانات سے اختلاف تب کیا جا سکتا ہے۔ جب اس قسم کے بیانات کسی اور کے ہوں۔ جب اس قسم کے بیانات اس ذات کے علاوہ کسی اور کے ہیں ہی نہیں اس بنا پر چار و ناچار ان بیانات کی حقانیت وصحت کو تسلیم کیا جاتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔ اگر ان بیانات کا جاری کرنے والا یہ کہہ دے کہ چونکہ ہم نے تمہاری حیات اور ضروریات حیات تخلیق کیے ہیں اس لیے ضروریات حیات میں اہم ترین یعنی ضابطہ حیات بھی ہم دے رہے ہیں تاکہ زندگیاں بن سنور سکیں تو اس سے اختلاف کے امکانات بھی معدوم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ حیات انسانی کے ضابطے بیان کرنے کے بعد کہتا ہے "ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ" (التوبہ۹/۳۶، یوسف۱۲/۴۰، الروم۳۰/۳۰، ۴۳۔

اس دین قیم کی پیروی کا انسان کو اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ پوری کائنات اس دین کی پیروی کرتی ہے (آل عمران۳/۸۳)۔ اس دین کا نام اسلام ہے (آل عمران۳/۱۹)۔ ان تمام الہامی بیانات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ دین کا منبع ومرکز خالق ومالک اور حاکم کائنات ایک ہی ذات ہے جس کے احکام کی پیروی تمام کائنات کرتی ہے یہ احکام (دین اسلام) اس نے کسی فرد یا قوم کو براہ راست بالمشافہ ملاقات کے ذریعے نہیں دیا بلکہ اس کے تعارف کے لیے اس نے سلسلہ نبوت کو جاری فرمایا یہی نبوت اور اس کے ساتھ الہامی کتاب مذہب کا ماخذ ہے۔

http://www.alqalamjournalpu.com/

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اسلام کے تصور مذہب کے مطابق مذہب ایک انسانی ضرورت تھا اور ہے جس کو انسان کے ہاں توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہونے سے جس طرح دیگر ضروریات حیات کو جو انسانی زندگی کے قیام و بقا کے لیے ضروری تھیں مثلاً زمین و آسمان، ہوا، پانی۔ اسی طرح مذہب (جو حیات اور مقاصد حیات سے بحث کرتا ہے) بھی ایک ضرورت تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے متعارف کرایا گیا جو پوری حیات انسانی کو محیط ہے یہ حیات خواہ کسی شکل میں ہوتا کہ انسانوں کو ان تہذیبی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کے بغیر زندگی کا ارتقاء ممکن نہیں۔ اسلام کے اس تصور مذہب نے انسانی زندگی کو بے شمار غیر ضروری مباحث سے نجات دی ہے تاہم معاشرتی ارتقاء کے نتیجے میں بدلتی اقدار اور اسلامی احکام میں باہمی ربط کی خاطر سلسلہ انبیاء جاری فرمایا اور یکے بعد دیگرے نبی بھیجے گئے۔ جب سلسلہ نبوت کو ختم کرنا مقصود ٹھہرا تو خاتم النبیین کو معلم حکمت بنا کر بھیجا تاکہ مقاصد نبوت کی تکمیل اب تعلیم حکمت سے ہو سکے یہاں قرآنی بیانات یہ بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل تمام انبیاء، صاحب ملت تھے معلم حکمت نہیں تھے معلم حکمت کا منصب صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم حکمت دی۔ اس تعلیم حکمت کو اجتہاد کہا گیا تاکہ کسی بھی لمحے معاشرہ مذہبی رہنمائی سے محروم نہ رہ سکے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ اسلام کے پیش کردہ اس مذہبی تصور کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

i۔ اس کا ماخذ براہ راست وہ ذات ہے جو مالک و خالق کائنات ہے اور بواسطہ نبوت اپنے احکام بیان کرتا ہے۔

یہ کسی زمانی ارتقاء کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا۔ جیسا کہ مغرب کا فلسفہ نبوت بیان کرتا ہے جس کا آگے ذکر ہے۔

ii۔ یہ مذہب حیات انسانی کے ہر پہلو کے بارے میں رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

iii۔ اس میں سیاست اور مذہب کی علیحدگی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

iv۔ یہ انسان کی کسی بھی تقسیم کے فارمولے کو رد کرتا ہے اور صرف کردار کی بنیاد پر تشکیل معاشرہ کے تصور کو پروان چڑھاتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان ہمیشہ علاقے، کلچر اور نسل کی بنیاد پر تقسیم ہوتا آیا ہے۔ مذہب اس تقسیم کو تسلیم نہیں کرتا۔

v۔ اس کے احکام میں کمی بیشی کا اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہوتا ہے۔ کسی پیر، ولی، بزرگ یا پوپ کا ایسا تصور اس میں مفقود ہے جو احکام میں کمی بیشی کرنے کا ہوا ہو یا مغفرت کے پروانے تقسیم

کرتا ہو جیسا کہ عیسائیت میں ہے۔

مغرب میں مذہب کا اصطلاحی مفہوم

مذہب کی تعریف اس کے منبع و ماخذ کے بارے میں مغربی دنیا بوالعجبی کا شکار ہے

"World Religions" میں مذہب کی لغوی تعریف یوں کی گئی ہے:

''انگریزی میں مذہب کیلئے لفظ Religion استعمال ہوتا ہے۔ Religion لاطینی لفظ "Religio" سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسکا مطلب ہے کہ ادائیگی فرض کی خاطر بھرپور توجہ اور گناہ سے اجتناب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ ایک فعل "Religare" سے نکلا ہو۔ جس کا مطلب ہے چیزوں کو ایک دوسرے کے قریب یا ساتھ باندھنا''(۱۵)۔

Cicero BC106-43) کے خیال کے مطابق مذہب کا لفظ ایک لاطینی فعل " relegere" سے نکلا ہے۔ جو دوبارہ مطالعہ یا غور وفکر کے معنی دیتا ہے جب تیسری صدی عیسوی کے ایک لاطینی مصنف "Lactantices" جسے "Christian Cicero" کہا جاتا ہے کا کہنا تھا کہ "Religic" لفظ "Religare" سے نکلا ہے۔ اسکا مطلب ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان تعلق ظاہر کرنا (۱۶)۔

مذہب کے بارے میں مغرب کی سرزمین کا سب سے بڑا تہذیبی المیہ یہ ہے کہ یہودیت ہو یا بدھ مت، عیسائیت ہو یا اسلام سب مشرق سے وہاں گئے ہیں۔ خود مغرب نے کسی مذہب کو جنم نہیں دیا جیسا کہ خود ہنگٹن (1927-2008ء) کہتا ہے:

> "The great religions of the world are all product of non -western civilization."(17)

یہی وجہ ہے کہ ہمیں مغرب میں مذہب کے بارے میں ٹھوس عقائد و تصورات نہیں ملتے جس کی وجہ سے اس فکری خلاء کو مختلف نظریات مثلاً: لبرل ازم (Liberalism)، سوشلزم (Socialism)، آنارکزم (Anarchism)، کارپوریٹزم (Corporatism)، مارکسزم (Marxism)، کیمونزم (Communism) سوشل ڈیموکریسی (Social Democracy)، کنزرویٹزم (Conservatism)، نیشنلزم (Nationalism)، فیشزم (Fascism) اور کرسچن ڈیموکریسی (Chrisitian Democracy) وغیرہ سے پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں

اہم نظریہ ڈارون (1809-1882ء) کا نظریہ ارتقاء ہے۔ ان مختلف isms کی موجودگی کی وجہ سے وہاں مختلف اوقات میں مذہب کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں چند تعریفیں ملاحظہ ہوں:

کانٹ (Kant) (1804-1724ء) مذہب کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"Religion is recognition of all our duties as devine commands"(18)

Friedrich schliermacher (1768-1834) مذہب کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"Feeling of absolute dependence."(19)

ولیم جیمز (William James) (1843-1916) مذہب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"The belief that is an unseen order,and that our supreme good lies in harmoniously adjusting ourselves there to"(20)

فریزر (Frazer) (1854-1941) مذہب کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"It was not uncommon at the time to deny that the least actually developed peoples had any religion at all."(21)

"Sir Edward Tylor" (1832-1917) نے کہا:

"Belief in spirtual beings."(22)

D.W Gundry (1888-1972) مذہب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"It is all these things together and embraces life as a whole."(23)

مذہب کی مذکورہ بالا مختلف تعریفات پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مغرب میں مذہب کی تعریف میں کوئی مستقل اور مکمل بات نہیں کہی جا سکی اور نہ ہی یہ تعریفات مذہب کی بھرپور نمائندگی کرتی ہیں۔ بعض لوگ مذہب کو زندگی کا عباداتی پہلو قرار دیتے ہیں اور سیاست معاش کو مذہب سے آزاد قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ اسے زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی سمجھتے ہیں مندرجہ بالا تعریفات میں کانٹ ہی کو لیجیے اس کے ہاں فرائض کی تفصیل نہیں ملتی۔ ولیم جیمز، فریزر کے ہاں زندگی کے چند پہلوؤں پر بحث ملتی ہے۔ Sir Edward Tylor (1832-1917) کی مذکورہ بالا تعریف کی خامی یہ ہے وہ عقیدہ کی صحیح وضاحت نہیں کر سکا کہ عقیدہ کس شکل میں ہو؟ اس کا فرد سے مطالبہ کیا ہے؟ اس کے عالمی تقاضے کیا ہیں؟ انسانی زندگی پر اس کے اثرات کیا لاگو ہونے چاہئیں؟ ہمیں اس بارے میں معلومات نہیں ملتیں۔ وہ کسی مافوق الفطرت ہستی سے تعلق کو مذہب کا